بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علماء دیوبند مشائخِ نقشبندیہ کی نظر میں

اس رسالہ میں مشائخِ نقشبندیہ بالخصوص مولانا محمد اسحاق مقصد مالیگانوی (متوفی 1928ء) اور مولانا سید برکت علی کلکتوی (متوفی 1926ء) کے مشائخ اور ان کے مریدین متعلقین سے اکابر علماء دیوبند کی توثیق ثابت کی گئی ہے۔ جو کہ رضاخانی رسالہ "حسام الحرمین اور مشائخِ نقشبندیہ" کا جنازہ نکالنے کے لیے کافی ہے۔

از قلم

ابو سعد لئیق رحمانی صاحب حفظہ اللہ

خاک پائے اکابر علماء دیوبند گروپ، مالیگاؤں

اکابر علماء دیوبند، مشائخِ نقشبندیہ کی نظر میں

آج 22 جولائی 2024ء رضاخانی تنظیم نوری مشن مالیگاؤں کی جانب سے ایک تحریر شوشل میڈیا پر شائع ہوئی جس میں مولانا محمد اسحاق مقصد مالیگاؤں متوفی (1928ء) کے مشائخ؛ مشائخِ نقشبندیہ کی تحریروں میں ردوہابیت کے اقوال علماء دیوبند پر فٹ کرنے کی کوشش کی گئی، اس سلسلے میں جواباً گزارش ہے کہ ان مشائخ کی تحریروں میں لفظ "وہابیت" سے مراد غیر مقلدین ہیں نہ کہ علماء دیوبند اور دلیل اس کی یہ ہے کہ انہی مشائخ سے اکابر علماء دیوبند کی توثیق منقول ہے، اگر کسی میں ہمت ہے تو خانوادۂ مجددیہ کے وہ بزرگ جو حسام الحرمین کی اشاعت کے زمانے میں موجود تھے مثلاً مولانا محمد معصوم مجددی وغیرہ ان بزرگوں کی حسام الحرمین پر تائید دکھادیں۔ دیدہ باید

سردست ہم اس سلسلے میں مولانا ابو سعد لئیق رحمانی صاحب کا ایک پرانا مضمون پیش کر رہے ہیں، جس میں مولانا محترم نے مشائخِ نقشبندیہ کی تحریروں سے اکابر علماء دیوبند کی توثیق ثابت کی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

از۔ ابو سعد لئیق رحمانی

چند سال قبل مولانا امین القادری نے مالیگاؤں کے مشہور و معروف بزرگ حضرت مولانا محمد اسحاق مقصد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1928ء) کی سوانح مرتب کی تھی جو "حیات مقصد" کے نام سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا امین القادری صاحب کو حضرت مولانا محمد اسحاق اور ان کے شیخ مولانا سید برکت علی کلکتوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت ہے اور قادری صاحب اِن بزرگوں کو ولیِ کامل اور اپنا اکابر بزرگ مانتے ہیں۔ لہٰذا مناسب ہوگا کہ اکابر علماء دیوبند کے متعلق اِنہی بزرگوں کے متعلقین، مریدین، خلفا و مشائخ، کے خیالات، مواقف، آراء پیش کر دیے جائیں۔

(نمبر ا) مولانا محمد اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کے تمام تذکرہ نگار بشمول مولانا امین القادری اس پر متفق ہیں کہ آپ نے تعلیم دیوبندی مدرسہ جامع العلوم کانپور میں دیوبندی علماء دین، بالخصوص مولانا اشرف علی

تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء سے حاصل کی، اور اس پر بھی تذکرہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ مولانا محمد اسحٰق نے مدرسہ بیت العلوم کے "جلسہِ دستار بندی" میں دیوبندی علماء دین شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی و قاری محب الدین الہ آبادی کو مدعو کیا تھا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ مولانا اسحٰق کے مشائخ کرام کا تعلق دیوبندی مکتبۂ فکر سے تھا۔ اب مولانا امین القادری خود غور فرمائیں کہ اگر مولانا محمد اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کی طرح اکابر علماء دیوبند کو "غنڈہ اور کافر" سمجھتے تو ان سے تعلیم کیوں حاصل کرتے اور اپنے شاگردوں کو دستار فضیلت پہنانے کے لیے دیوبندی علماء کو کیوں مدعو کرتے؟ نیز ایسے مشائخ کے سلسلہ میں بیعت کیوں ہوتے جن کا تعلق اکابر دیوبند سے ہو؟

(نمبر ۲) "حسام الحرمین" اور "الصوارم الہندیہ" کے رد میں اور اکابر علماء دیوبند کے دفاع میں مرتب کی گئی کتاب "براٗۃ الابرار" کسی تعارف کی محتاج نہیں، تاہم جو نہیں جانتے ان کے لیے اس کتاب کا مختصر تعارف یہ ہے کہ مولانا عبد الرؤف خاں جگن پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک استفتاء لکھ کر برصغیر کے چھ سو سے زائد علماء کرام کو بھیجا اور جواب طلب کیا۔ اُس وقت کے 616 علماء نے علماء دیوبند کے حق میں جو فیصلہ دیا یہ کتاب اسی کی تاریخی دستاویز ہے۔

مولانا عبدلرؤف خاں جگن پوری کے استفتاء کا جواب مالیگاؤں کے علماء کی طرف سے مولانا محمد نقی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا تھا جو تقریباً چودہ صفحات پر مشتمل ہے اور "براٗۃ الابرار" میں درج ہے۔ مولانا محمد نقی نقشبندی یہ وہی بزرگ عالم دین ہیں جو مولانا محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد مدرسہ بیت العلوم کے صدر مدرس بنائے گئے۔ "براٗۃ الابرار" میں مولانا محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مولوی محمد عثمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مالیگاؤں) کے بھی دستخط موجود ہیں۔ اس سے بھی زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کتاب میں مولانا محمد اسحاق کے پیر بھائیوں یعنی مولانا سید برکت علی نقشبندی کلکیوی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین و خلفاء کے دستخط بھی ہیں۔ چنانچہ "براٗۃ الابرار" کے صفحہ 409 پر اکابر علماء دیوبند کے متعلق مدرسہ عالیہ کلکتہ کی جانب سے لکھی گئی یہ تحریر درج ہے:

> "یہ سب حضرات مسلمان اہلسنت والجماعت اور حنفی المذہب تھے۔ کافر نہ تھے جب تک زندہ رہے اسلام کی خدمت کرتے رہے فقہ حنفی اور احادیث نبوی کی اشاعت میں جو خدمتیں ان حضرات نے انجام دیں وہ سب کو معلوم ہیں۔ انتقال کے

بعد بھی انکا فیض جاری ہے ان کے شاگردوں کی ایک بڑی جماعت دین کی خدمت کر رہی ہے اور دار العلوم دیوبند اس وقت ہندوستان میں اسلامی تعلیم کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ بعض ہمعصر علماء کو ان کے ساتھ اختلافات تھے اور ایسے ہی لوگوں نے محض لفظوں کے گرفت پر تکفیر وغیرہ کی ہے وہ قابل اعتبار نہیں واللہ اعلم

(برأۃ الابرار عن مکائد الاشرار: ص409)

مندرجہ بالا تحریر کی تصدیق مولانا سید برکت علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے داماد و خلیفہ، حضرت مولانا مفتی عمیم الاحسان نے ان الفاظ میں فرمائی ہے:

"لاریب ان الاجوبۃ کلہا صحیحہ السیّد محمد عمیم الاحسان الذیدی المجددی البرکتی عفی عنہ"

(برأۃ الابرار: ص410)

اس تحریر پر مولانا ابو یحیٰ محمد عبد الرؤف جسدی برکتی کی بھی تصدیق موجود ہے۔"برکتی" سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی مولانا سید برکت علی کے مرید و خلیفہ تھے۔

اب مولانا امین القادری صاحب خود سوچیں کہ اکابر علماء دیوبند اگر واقعی نبی پاک ﷺ کو گالیاں دینے والے غنڈے ہوتے (معاذ اللہ) تو مولانا سید برکت علی کے خلفاء علماء دیوبند کو مسلمان، اہلسنت والجماعت، حنفی المذہب، اسلام کی خدمت کرنے والے، احادیث کی اشاعت کرنے والے کیوں قرار دیتے؟

(نمبر ۳) مولانا سید برکت علی کے داماد و خلیفہ مفتی عمیم الاحسان صاحب اپنے وقت کے زبردست محقق عالم و مفتی تھے، دس سال کی عمر میں مولانا سید برکت علی سے بیعت ہوئے اور ابتدائی تعلیم آپ ہی کے پاس رہ کر حاصل کیں۔ مولانا سید برکت علی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد مفتی صاحب خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی پہنچے، وہاں مولانا ابو السعد احمد خان کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی اور خلافت و اجازت سے نوازے گئے، اسی طرح مولانا سید برکت علی کے فرزند حضرت مولانا سید عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ بھی خانقاہ سراجیہ پہنچے اور مولانا ابو السعد احمد خان سے بیعت ہو کر اجازت و خلافت سے سرفراز کیے گئے۔ مولانا ابو السعد احمد خان کا علماء دیوبند سے بڑا گہرا تعلق تھا آپ کا فاضل

دیوبند حضرت مولانا عبد اللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کو سجادہ نشین مقرر کرنا اسکی واضح دلیل ہے، چنانچہ مولانا ابو السعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت تحریر فرمائی کہ:

”فقیر اپنا خلیفہ، مجاز اور سجادہ نشین مولوی عبد اللہ صاحب لدھیانوی کو مقرر کرتا ہے جن کو فقیر نے پوری توجہ اور دلسوزی سے نقشبندی سلوک طے کرا دیا ہے۔ وہ اس خانقاہ میں جس کا نام خانقاہ سراجیہ مجددیہ ہے، مقیم رہ کر ترویج سلسلہ میں ساعی رہیں گے۔ ان کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص خانقاہ ہذا میں سجادہ نشینی کا مدعی نہیں ہو سکتا اور نہ اس کا دعویٰ مسموع ہوگا۔ .... فقیر کی وفات کے بعد تجہیز و تکفین اور غسل و دفن میں سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی رعایت لازم سمجھیں۔ نماز جنازہ جماعت کثیر کے ساتھ مولوی محمد عبد اللہ کی اقتداء میں ادا کی جائے“

(تاریخ و تذکرہ خانقاہ سراجیہ: ص141۔142)

مولانا ابو السعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ اکابر دیوبند سے کتنا گہرا تعلق رکھتے تھے، اس کا اندازہ اس حوالے سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی ”تفسیر عثمانی“ شائع ہو کر منظر عام پر آئی تو حضرت مولانا ابو السعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ نے بعد از مطالعہ حضرت عثمانی کی خدمت میں ایک مکتوب تحریر فرمایا، جس میں لکھا:

”آپ نے یہ تفسیر لکھ کر اہل اسلام پر ایک احسان عظیم فرمایا ہے۔ میں تہجد کی نماز پڑھ کر روزآنہ آپ کی درازی عمر کی دعا کرتا ہوں کہ علمی فیضان آپ کی ذات سے برابر جاری رہے“

(تحفہ سعدیہ: ص114)

نیز مولانا سید برکت علی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند حضرت مولانا سید عبد السلام کے خلیفہ، حضرت مولانا شاہ محمد یونس مجددی لکھتے ہیں کہ:

”ایک دفعہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب علیہ الرحمہ (کشمیری) میانوالی کسی اسلامی جلسہ میں تشریف لے گئے تھے، اور واپسی میں خانقاہ شریف (خانقاہ سراجیہ) کندیاں میں چند روز کے لئے مہمان ہوئے تو ان کا دل کتب خانہ کو دیکھ کر باغ باغ

ہو گیا، اور ایک کتاب نوادر الاصول حکیم ترمذی کو دیکھ کر فرمایا کہ اس کتاب کو دیکھنے کی مجھے مدت سے آرزو تھی مگر کہیں دستیاب نہ ہو سکی۔ پھر عاریۃً اس کو اپنے مطالعہ کے لئے دیوبند لے گئے"

(سبل السلام: ص10)

یہاں یہ بھی واضح کر تا چلوں کہ اس اقتباس میں شاہ محمد یونس نقشبندی مجددی نے حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے ساتھ کلمۂ ترحم بھی لکھا جبکہ بریلوی جماعت کے فقیہ الہند و شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی لکھتے ہیں کہ:

"کسی کو "رحمۃ اللہ علیہ" لکھنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ لکھنے والا اسے ولی نہیں تو کم از کم مسلمان جانتا ہے"

(فتاوی شارح بخاری: جلد سوم، ص554)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ مولانا ابو السعد احمد خان نظریاتی و فکری اعتبار سے اکابر اہل السنۃ دیوبند سے متفق تھے اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی خانقاہ کے متعلق بریلوی جماعت کے مناظر اعظم علامہ حسن علی رضوی لکھتے ہیں کہ:

"خانقاہ سراجیہ کندیاں، یہ خانقاہ آج کل بلکہ کافی عرصہ سے دیوبندیت وہابیت کا گڑھ اور مرکز ہے"

(محاسبہِ دیوبندیت: جلد اول، ص428)

یہ خانقاہ آج کل یا کافی عرصہ سے نہیں، بلکہ بنیاد ہی سے دیوبندیت کا مرکز ہے۔ بہر حال ہمارا مدعا فقط یہ ہے کہ مولانا سید برکت علی رحمۃ اللہ کے داماد و خلیفہ مفتی عمیم الاحسان رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سید برکت علی کے فرزند مولانا سید عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسی خانقاہ اور ایسے شیخ سے منسلک ہوئے جن کا نظریاتی و فکری تعلق براہ راست اہل السنت دیوبندی مکتبۂ فکر سے تھا۔

اب مولانا امین القادری صاحب اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں کہ اگر اکابر علماء دیوبند نے واقعی آقائے نامدار ﷺ کو گالیاں دی ہوتیں (معاذ اللہ) تو کیا یہ بزرگان دین علماء دیوبند سے وابستہ مشائخ سے منسلک ہوتے؟

(نمبر ۴) امام الموحدین حضرت مولانا شاہ حسین علی الوانی رحمۃ اللہ علیہ امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور کٹر دیوبندی تھے، بریلوی اکابرین کے ساتھ آپ کے مناظروں کا تذکرہ بریلوی کتب میں درج ہے۔ آپ مولانا محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے دادا پیر حضرت خواجہ عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، اس لحاظ سے حضرت مولانا سید برکت علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی ہوئے۔

خواجہ عثمانی دامانی رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا حسین علی الوانی رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ محبت تھی، چنانچہ آپ کے مجموعہِ مکاتیب میں مولانا حسین علی کے نام درج مکتوبات کے مطالعہ سے اس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، ایک مکتوب یہاں نقل کرتاہوں ملاحظہ فرمائیں:۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدلله و سلام علی عباده الذين اصطفى:

فضیلت پناہ حقائق و معارف آگاہ مولوی حسین علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ عن جمیع الحوادث والنوائب۔

فقیر حقیر لاشئ عثمان عفی عنہ کی طرف سے بعد تسلیمات مسنونہ و دعوات مشحونہ معلوم ہو کہ یہاں کے حالات حمد کے لائق ہیں۔ فقیر آپ کی سلامتی وعافیت کے لئے دعا کرتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ آپ کو شریعت مطہرہ پر بھی ثابت قدم رکھے، آمین۔

آپ کا مسرت نامہ نیک ساعت میں موصول ہوا، خیریت سے آگاہی ہوئی، جناب من آپ کا حالت مرض میں فقیر کی دلجوئی کرنا اور فقیر کا بیت اللہ شریف میں آپ کو توجہ دینا دونوں امر اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ کو محبت معنوی کا حصول ہے جس کو صوفیوں کی اصطلاح میں رابطے سے تعبیر کرتے ہیں۔ فقراء نے اس رابطہ کو فیوضات وبرکات کے حاصل کرنے کا وسیلہ مقرر فرمایاہے۔ اللہ تعالیٰ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں اس محبت کے شعلہ تابندہ کو اور زیادہ بھڑکائے۔ آمین۔ زیادہ والسلام"

(تحفہ زاہدیہ، حصہ اول: ص64)

مولانا حسین علی کے لئے مرشد کی طرف سے لکھے گئے القابات پر غور فرمائیں۔ "فضیلت پناہ حقائق و معارف آگاہ".....

مرشد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا حسین علی صاحب سے محبت بھی تھی اور مکمل اعتماد بھی تھا، یہی وجہ تھی کہ مرشد نے اپنے فرزند و جانشین حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت کی زمہ داری مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرمائی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں، تاریخ و تذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف از نذیر رانجھا صاحب

خواجہ عثمان دامانی کے وصال کے بعد مولانا سید برکت علی اور مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ سراج الدین کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس لحاظ سے خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ مولانا حسین علی کے شاگرد بھی تھے اور پیر و مرشد بھی۔

حضرت خواجہ سراج الدین کے ایک اور خلیفہ حضرت مولانا قاضی غلام گیلانی رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی کے عقیدت مند تھے اور فاضل بریلوی کی عقیدت میں اپنے نام کے ساتھ "الرضوی" بھی لکھتے تھے۔ مگر قاضی صاحب نے اکابر علماء دیوبند کی تکفیر کے سلسلہ میں "حسام الحرمین" کی تائید نہیں فرمائی، علماء دیوبند کو مسلمان مانتے تھے بلکہ اپنے فرزندوں کو تعلیم کے لیے دار العلوم دیوبند بھیجا۔ علاوہ ازیں، مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ جب چھچھ کے دورہ پر جاتے تو شمس آباد میں قاضی غلام گیلانی کے ہاں قیام کرتے۔

(احتساب قادیانیت، جلد28، ص4)

مندرجہ بالا تفصیلات سے اندازہ لگائیں کہ مولانا محمد اسحاق مالیگاؤں، مولانا سید برکت علی کلکیوی کے مشائخ علماء دیوبند سے تعلقات کتنے وسیع تھے۔ اگر علماء دیوبند واقعی گستاخ رسول اور غنڈے ہوتے تو کیا ان مشائخ کے دل میں علماء دیوبند کے لیے زرا بھی نرمی ہوتی؟

(نمبر ۵) موضع چک رجادی ضلع گجرات پنجاب میں 3 / 4 اپریل 1923ء کو غیر مقلدوں سے مسئلہ تقلید شخصی پر ایک مناظرہ ہوا، اس مناظرے میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کے شاگرد،

حضرت قائد اہلسنت مولانا قاضی مظہر حسین کے والدِ محترم حضرت مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بطور مناظر مولانا حسین علی الوانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاو تلامذہ نے بھی شرکت کی۔

غلام مصطفی رضوی "نوری مشن" مالیگاؤں کے بقول: اس مناظرے کی مختصر روداد مولانا سید برکت علی نقشبندی کلکیوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے شائع ہوئی۔

(ملاحظہ ہوں، مشائخ نقشبندیہ حیات وافکار: صفحہ 107)

اب اس روداد میں دیوبندی علماء کرام کا ذکر خیر اور علمی کارنامہ ملاحظہ ہو۔ مذکورہ روداد مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کی ہے۔ لکھتے ہیں:

> "موضع چک رجادی ضلع گجرات پنجاب میں ۳،۴ اپریل ۱۹۲۳ء کو غیر مقلدین کا ایک جلسہ قرار پایا جس میں احناف کو مسئلہ تقلید شخصی پر مناظرہ کا چیلنج دیا گیا۔ غیر مقلدین کی اس دعوتِ مباحثہ کو احناف نے قبول کیا اور جناب مولانا محمود صاحب گنجوی نے منظوری مباحثہ کی اطلاع منتظمین جلسہ کو بھیج دی (آگے اسی صفحہ پر لکھتے ہیں) حضرات احناف نے مولوی ثناء اللہ صاحب کے مقابلہ کے لیے مولوی صاحب کے پرانے حریف غازی اسلام مولانا مولوی محمد کرم الدین صاحب دبیر رئیس بھیں ضلع جہلم اور مولانا مولوی عبد العزیز صاحب امام جامع مسجد گوجرانوالہ کو بلوالیا تھا"

(مناظرات ثلثہ، ص ۲۳ مرتبہ ابو الفضل مولانا کرم الدین دبیر مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

مزید لکھتے ہیں:

> علمائے احناف میں سے سلطان الواعظین مولانا محمود گنجوی.... نے نوبت بہ نوبت تردید وہابیہ میں زبردست وعظ کیے۔
>
> (ص،۳۳)

اسی طرح مولانا دبیر نے یہ بھی لکھا ہے:

> "مسئلہ تقلید شخصی کے متعلق مباحثہ کے لیے ادھر سے جناب مولانا مولوی عبد العزیز صاحب، مولوی فاضل گوجرانوالہ پیش ہوئے"

(ص ۳۴)

علاوہ ازیں جو جو احناف علماء اس مباحثہ میں مولانا دبیر کے ساتھ گئے تھے ان میں مولانا سلطان احمد، مولانا مولوی غلام رسول (انہی والے) اور مولانا ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے اسما درج ہیں۔ یہ سب کے سب علماء اہل سنت دیوبند کے تھے۔ مولانا محمود گنجوی (متوفی ۱۹۲۶ء) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے شاگرد تھے جنہیں مولانا دبیر علمائے احناف میں شامل کہہ کر "سلطان الواعظین" کا لقب دے رہے ہیں۔ مولانا عبد العزیز گوجرانوالوی (متوفی ۱۹۴۰ء) دار العلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ بلکہ آپ مولانا حسین علی واں بچھروی کے خلیفہ بھی تھے اور ایک مدت تک شیرانوالہ مسجد گوجرانوالہ میں خطیب اور مدرسہ انوار العلوم کے مہتمم رہے۔ یہ مولانا دبیر کے معاونِ مناظرہ تھے اور مولانا دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی حاضر جوابی اور تبحر علمی کی گواہی دی ہے اور مولانا عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے:

"پبلک نے تاڑ لیا کہ فاضل حنفی کی فاضلانہ بحث نے غیر مقلد مولوی کا ناطقہ بند کر دیا ہے۔

(صفحہ نمبر ۳۴)

یہاں مولانا دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے علماء اہل سنت دیوبند کو علمائے احناف قرار دیا ہے اور ان کی علمی معاونت سے تارکین تقلید سے مناظرے کیے ہیں"۔

نوٹ:

روداد کی تفصیل مولانا عبد الجبار سلفی صاحب مد ظلہ کی کتاب "مسلک دبیر" سے ماخوذ ہے۔

یہاں مولانا امین القادری صاحب کو پھر دعوتِ فکر دیتا ہوں کہ ان حوالوں کو بغور دیکھیں اور سوچیں کہ اگر واقعی علماء دیوبند گستاخِ رسول غنڈے اور کافر ہوتے تو کیا یہ بزرگانِ دین ان سے بیعت و خلافت، الفت و محبت کا برتاؤ کرتے۔؟ مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ علماء دیوبند کی علمی معاونت سے مناظرے کرتے؟ ان کو علماء احناف قرار دے کر ان کی تعریفیں کرتے۔؟ اور کیا مولانا سید برکت علی رحمۃ اللہ علیہ ایسی روئیداد کی اشاعت کرتے جس میں "گستاخِ رسول، غنڈوں اور کافروں" کی تعریفیں کی گئی؟

(نمبر ۶) حضرت مولانا محمد اسحاق اور مولانا سید برکت علی کے مشائخ میں ایک بزرگ حضرت شاہ ابو سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں، ان کے فرزند حضرت مولانا شاہ عبد الغنی مجددی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، اُنہی اکابر علماء دیوبند کے استاد تھے جنہیں مولانا امین القادری صاحب "غنڈے اور کافر" کہہ رہے ہیں۔ نیز دار العلوم دیوبند کے مہتمم اول حضرت مولانا شاہ رفیع الدین دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ شاہ عبد الغنی مجددی رحمہ اللہ کے شاگرد و خلیفہ تھے۔

علاوہ ازیں شاہ ابو سعید مجددی کے والد اور شاہ عبد الغنی مجددی کے دادا حضرت شاہ صفی القدر رحمۃ اللہ علیہ کا جب وصال ہوا تو ان کی تجہیز و تکفین حضرت سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید رحمہا اللہ نے کی، چنانچہ خود شاہ عبد الغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

> "ان (حضرت شاہ صفی القدر) کی وفات دوشنبہ ۲۹ شعبان ۱۲۳۶ ہجری کو بلدۂ لکھنو میں ہوئی ان کی تاریخ وفات "فاز رضوان المودود" ہے۔ سید احمد صاحب اور مولوی اسماعیل شہید اور دوسرے عزیزوں نے خود ان کی تجہیز و تکفین کی۔ راستے میں کسی نے چھپر (عریش) جلا رکھا تھا ان کی نعش شریف کو آگ کے اوپر سے لے کر گزر گئے کسی کو گزند نہ پہنچی"

(مقامات مظہری: ص600 ضمیمہ اول)

یہاں بھی غور فرمایئے کہ شاہ اسماعیل شہید، سید احمد شہید و دیگر علماء دیوبند اگر واقعی گستاخ رسول ہوتے تو یہ مشائخ و بزرگانِ دین، اکابر علماء دیوبند بیعت و خلافت اور تلمذ کے تعلقات رکھتے؟ کیا یہ حقائق چیخ چیخ کر علماء دیوبند کے مسلمان ہونے کی گواہی پیش نہیں کر رہے؟

مخالفین کے ایک شبہ کا ازالہ

اکابر علماء دیوبند کی توثیق پر جب بھی کسی مسلم بزرگ کا حوالہ پیش کیا گیا تو آگے سے جواب ملتا ہے کہ ان بزرگان دین کے سامنے گستاخانہ عبارات پیش نہیں ہوئیں اس لیے انہوں نے ناواقفیت کی بنا پر تعریفیں کر دیں یا تعلقات رکھے۔

جواب: یہ شبہ فضول ہے، ہر گز درست نہیں۔ اولاً: اس لیے کہ خود مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

”سائل صورت وہ فرض کرتا ہے جو واقع نہ ہو گی دیوبندیوں کے عقائدِ کفر طشت از بام ہو گئے منکر بننے والے اپنی جان چھڑانے کے لئے انکار کرتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں“

(فتاویٰ رضویہ: جلد 21، ص674)

نیز بریلوی حافظ ملت کی املائی کتاب ”العذاب الشدید“ میں لکھا ہے کہ:

”علماء دیوبند نے اپنی بد عقیدگی کا تحریروں تقریروں میں صاف اعلان کر دیا اس کا لازمی نتیجہ یہی تھا جو ہوا کہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے علماء دیوبند پر نفرت و لعنت کی آواز بلند ہونے لگی“

(العذاب الشدید: ص12)

ان دو حوالوں سے ثابت ہوا کہ علماء دیوبند اپنے عقائد و عبارات، تحریروں و تقریروں میں کھل کر بیان کر رہے تھے لہذا ان کے عقائد و عبارات کسی سے ڈھکے چھپے نہیں تھے۔

ثانیاً: یہ شبہ اس لیے بھی درست نہیں کہ بریلوی مناظر اعظم علامہ مفتی اجمل سنبھلی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”اِس عقل کے دشمن سے دریافت کرو کیا ناواقفیت میں کوئی کسی کے لئے ایسے الفاظ کہہ سکتا ہے؟ دنیا جانتی ہے کہ کسی کی تعریف واقفیت کے بعد ہی ہوا کرتی ہے“

(رد شہاب ثاقب: ص39)

پس ثابت ہوا کہ ان بزرگوں کی طرف سے علماء دیوبند کی تعریف و توثیق واقفیت کے بعد ہی ہوئیں۔

ثالثاً: یہ شبہ اس لیے بھی درست نہیں کہ ہم جن بزرگوں کا حوالہ پیش کرتے ہیں ان کی ولایت بریلوی حضرات کو مسلم ہے اور بریلوی حضرات اولیاء کرام کے لیے علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں؛ تو کیسے ممکن ہے کہ عالمِ غیب سے کسی کی بد عقیدگی چھپی رہ جائے؟